رنگا ناتھ مشرا کمیشن

کیا فرماتے ہیں علماے دین اور دانش ورانِ ملت؟

مولانا ادریس بستوی

نائب ناظم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

حکومتِ ہند کو چاہیے کہ رنگاناتھ مشرا کمیشن کی سفارشات کو فوراً نافذ کرے۔ اس کی تاخیر سے حکومت کی بھی بدنامی ہوگی اور کانگریس کی بھی۔ آج مسلمان جس منزل پر پہنچ چکا ہے اور جس پس ماندگی کا شکار ہے، اس سے نکالنے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں میں ریزرویشن دیا جائے۔ اس کے بغیر مسلمانوں کی ہمہ جہت پس ماندگی دور نہیں ہوسکتی۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ او. بی. سی. میں پس ماندہ مسلمانوں کا کوٹہ الگ کر دیا جائے تاکہ غریب مسلمان اس کا فائدہ پا سکیں۔

مولانا خوشتر نورانی

مدیرِ اعلی ماہ نامہ جامِ نور، دھلی

رنگ ناتھ مشرا کمیشن کے قیام کا مقصد مذہبی و لسانی اقلیتوں کی پس ماندگی کو سامنے لاتے ہوئے انھیں سرکاری نوکریوں میں ریزرویشن کی سفارش دینا تھا۔ کمیشن نے تو مئی ۲۰۰۷ء میں ہی اپنی رپورٹ وزیر اعظم منموہن سنگھ کو سونپ دی تھی، لیکن حکومت نے اس رپورٹ کو ۱۸/ دسمبر ۲۰۰۹ء کو پارلیمنٹ میں پیش کیا، شاید اس تاخیر کی وجہ صحیح وقت کی تلاش تھی۔ افسوس! ایک بار پھر ہندوستانی مسلمان اسے امید کی ایک کرن کے طور پر دیکھ رہے ہیں، حالاں کہ قرائن بتا رہے ہیں کہ اس اقلیتی کمیشن کا حال بھی ماضی کے کمیشنوں سے مختلف نہیں ہوگا۔

مسلمان اب تک اس بات کو سمجھ نہیں سکے ہیں کہ ان تمام کمیشنوں کی حیثیت محض "سفارشات" کی ہوتی ہے، قانونی طور پر ان کی اتنی اہلیت نہیں کہ وہ اپنی رپورٹوں کو اپنی مرضی سے نافذ کر سکیں یہی وجہ ہے کہ نہ تو لبراہن کمیشن بابری مسجد کے بھگوا مجرمین کا کچھ کر سکا اور اب نہ رنگا ناتھ مشرا کمیشن اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ کر سکے گا۔ ان کمیشنوں کا کام حکومتوں کو مشورہ دینا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس لیے مسلمان اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ کمیشنوں، کمیٹیوں اور سفارشات پر ان کی ترقی نہیں ہو سکتی، بلکہ جن بنیادوں پر وہ پس ماندگی کا شکار ہیں انھیں دور کرنے کے لیے وہ خود ہی جدوجہد کریں تو بات بن سکتی ہے۔ اب تک کے تمام کمیشنوں اور کمیٹیوں نے مسلمانوں کی پسماندگی کی بنیادی وجہ تعلیم سے غفلت بتائی ہے، یہ غلط بھی نہیں، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے وہ اپنے بچوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دیں، اپنے علاقوں میں معیاری تعلیمی ادارے قائم کریں اور بچیوں کی تعلیم کا خصوصی اہتمام کریں۔ کمیشن کا قیام ووٹ بینک کی سیاست ہے، جو مسلمانوں کو اپنے مقاصد سے دور کر کے بنام ریزرویشن "دوسروں پر انحصار" کے اسباق پڑھا رہی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ خود اپنی پس ماندگی کے خلاف جدوجہد کریں اور بنام اہلیت اپنے حقوق حاصل کریں۔

جسٹس احمدی

سابق چیف جسٹس آف انڈیا

ملک میں جب سماجی انصاف کی بات چلتی ہے تو اس میں اقلیتوں کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ملک کی سب سے بڑی اقلیت مسلمان اس وقت بے اعتنائی اور توہین آمیز رویے کے شکار ہیں۔ سچر کمیٹی اور جسٹس رنگا ناتھ مشرا کمیٹی نے ملک کی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کی پس ماندگی، ان کی غربت اور بے روزگاری کے مسئلہ پر جس طرح تفصیلی جائزہ کے بعد اپنی رپورٹ پیش کی ہے وہ انتہائی بھیانک ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ملکی ترقی کی بات کی جاتی ہے اور ہر طرف شرح نمو میں اضافہ پر ہم فخر کرتے ہیں تو ملک کی سب سے بڑی اقلیت کو کیسے فراموش کر دیا جاتا ہے، کیوں کہ اتنی بڑی اقلیت کی بدحالی کے ہوتے ملک کو ہم خوش حال اور ترقی یافتہ کیسے کہہ سکتے ہیں جسٹس سچر نے جس طرح اپنے جائزہ میں تفصیل سے مسلمانوں کی پس ماندگی پیش کی ہے اور اس کو دور کرنے کے جو طریقے بتائے ہیں، افسوس! کہ ان پر آج تک کسی حکومت نے بھی صدقِ دل سے عمل در آمد کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اسی طرح رنگاناتھ مشرا کمیشن نے جب دلت اور پس ماندہ مسلمانوں کو اس طرح ریزرویشن دینے کی بات کی جس طرح دیگر مذاہب کے دلتوں کو سہولیات دی گئی ہیں۔ لیکن اس جانب نہ جانے کیوں لوگ انصاف کرنے سے ڈرتے ہیں اور وہ اس کوشش میں ہیں کہ کسی طرح اس مسئلہ کو ٹال دیا جائے۔ سچر کمیٹی اور رنگاناتھ مشرا کمیٹی کی رپورٹ سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ ملک میں سماجی انصاف کے اصول کا نفاذ پوری طرح سے نہیں ہو پایا۔

شاہد صدیقی

ایڈیٹر ہفت روزہ نئی دنیا، دھلی

جسٹس رنگا ناتھ مشرا کی رپورٹ جس میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کو روزگار اور تعلیم میں ۱۵/ فی صد ریزرویشن دینے کی سفارش کی گئی

ہے، اگر اس کی ۵۰؍ فی صد سفارشات پر بھی عمل ہو جائے تو اس سے مسلمانوں کا پچھڑا پن دور کرنے میں زبردست مدد ملے گی۔

ڈاکٹر شکیل صمدانی

شعبۂ قانون، اے. ایم. یو. علی گڑھ

رنگاناتھ مشرا کمیشن کی سفارشات قابلِ تحسین ہیں اور مسلمانوں کے حق میں ہیں۔ اگر ایمان داری کے ساتھ ان کا نفاذ کر دیا جائے تو مسلمانوں کے اچھے دن لوٹ سکتے ہیں، بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں اور ان کی پس ماندگی دور ہو سکتی ہے اور ایک بار پھر وہ ملک کی مین اسٹریم میں شامل ہو سکتے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ موجودہ یو. پی. اے. حکومت ان سفارشات کو نافذ کرے۔

پروفیسر خواجہ عبدالمنتقم

سابق ڈائریکٹر رنگا ناتھ مشرا کمیشن

چوں کہ یہ رپورٹ مسلمانوں کے لیے سب سے مضبوط اور قابلِ بھروسا معاشی ہتھیار ثابت ہو سکتی ہے۔ مشرا کمیشن رپورٹ سچر کمیشن رپورٹ کی طرح محض حقائق کا گوشوارہ نہیں بلکہ ایک ایسی معتبر دستاویز ہے جس میں معاشی اعتبار سے بے حد پس ماندہ مسلمانوں کی پس ماندگی دور کرنے کے لیے بادی النظر میں مکمل میکنزم محض میکانی نظریے کی شکل میں نہیں بلکہ ایک مکمل حکمتِ عملی اور ممکن الحصول ہدف کی شکل میں موجود ہے جو اقلیتی امور کی وزارت کو اس ضمن میں قابلِ عمل روڈ میپ تیار کرنے کے لیے ضروری مواد فراہم کرتی ہے۔ اب تو بات صرف نیت اور سیاسی قوتِ ارادی کی ہے۔ اقلیتوں اور ان کے ہم درد افراد اور انجمنوں کو بھی چاہیے کہ وہ برابر دباؤ بنائے رکھیں۔

امتیاز عالم مصباحی

ریسرچ اسکالر جے. این. یو. نئی دہلی

مرکزی حکومت نے مسلمانوں کی پسماندگی کا پتا لگانے اور اس کا حل تلاش کرنے کے لیے دو کمیشنوں کی تشکیل دی تھی۔ ایک کا نام سچر کمیٹی رکھا گیا جب کہ دوسرے کا نام رنگاناتھ مشرا کمیشن۔ دونوں میں فرق یہ تھا کہ سچر کمیٹی مسلمانوں کے سماجی، معاشی اور تعلیمی حالات کا پتا لگانے کے لیے تشکیل دی گئی جبکہ مشرا کمیشن مسلمانوں کے ریزرویشن کے تعلق سے بنایا گیا تھا۔ مشرا کمیشن کو یہ پتا لگانا تھا کہ آیا مسلمانوں کو ریزرویشن دیا جا سکتا ہے کہ نہیں اور اگر دیا جا سکتا ہے تو کس بنیاد پر اور کس طرح؟ یہی وجہ ہے کہ مذہبی اور لسانی اقلیتوں سے متعلق قومی کمیشن کی رپورٹ کو سچر کمیٹی کی رپورٹ کے بعد کے قدم کے طور پر دیکھا جا رہا ہے۔ کمیشن کی رپورٹ کے مطابق اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کو دو طرح کے ریزرویشن کا فائدہ ملے گا پہلے ایس. سی. ریزرویشن کا اطلاق صرف ہندوؤں، سکھوں اور بودھوں پر ہوتا ہے اس کی توسیع کی جائے گی اور دلت عیسائیوں اور مسلمانوں کو بھی ایس. سی. یعنی درج فہرست ذاتوں میں شامل کیا جائے گا۔ دوسری سفارش یہ ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم اور ملازمت کے معاملے میں مرکز اور ریاستوں میں دس فیصد ریزرویشن ملنا چاہیے اور دیگر اقلیتوں کو پانچ فیصد یعنی کل ملا کر پندرہ فیصد۔ یقینی طور پر یہ ایک مثبت قدم ہوگا۔

دراصل شق ثانی کے مطابق اس ریزرویشن کا فائدہ صرف پسماندہ مسلمانوں یعنی او. بی. سی. میں شامل مسلمانوں کو ہوگا۔ اگر سارے مسلمانوں کو شامل کر لیا جائے تو اس میں کچھ مسلمان ایسے بھی ہیں جو سماجی اور تعلیمی اعتبار سے آرٹیکل (۴) ۱۵؍ کے زمرے میں شامل نہیں ہوتے چوں کہ آئینِ ہند کے آرٹیکل (۴) ۱۵؍ کے مطابق ریزرویشن کے لیے سماجی اور تعلیمی پس ماندگی ضروری ہے۔ اس سے دو طرح کے مسائل پیدا ہونے کا خطرہ ہے ایک تو یہ کہ آزادی سے پہلے ہی مسلمانوں کی سیاست اس سوال پر مرکوز رہی ہے کہ مسلمان ایک ہیں اور ان کے اندر ذات پات نہیں ہے، اپنے آپ میں یہ بات نہ پہلے سچ تھی اور نہ اب سچ ہے۔ اندر سے مسلمان اسی قدر منقسم ہیں جتنے اس ملک میں دوسرے مذہب کے ماننے والے لوگ لیکن اکثر مسلم رہنما مسلم معاشرے میں موجود اس عصبیت سے انکار کرتے ہیں، انکار کی وجہ یہ نہیں کہ مسلمان منقسم نہیں ہیں بلکہ یہ ان کی سیاسی ضرورت رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کو متحد قوم کی شکل میں پیش کریں۔ مسلمانوں کے مذہبی رہنما، جن کا سیاست سے ایک عرصے سے تعلق رہا ہے، وہ بھی مساوات کی دہائی دے کر یہ کہتے رہے ہیں کہ تمام مسلمان ایک قوم ہیں اور ان میں طبقاتی اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کوئی کہہ دے کہ مسلمانوں میں ذات پات ہے یا مسلمانوں میں طبقاتی اعتبار سے فرق ہے تو ان کا الزام یہ ہوتا ہے کہ یہ مسلمانوں کو بانٹنے کی ایک سازش ہے۔ ایسی صورت میں صرف پس ماندہ مسلمانوں کے اس بڑے حصے کے حقوق کو نظر انداز کر دیں گے، جو پس ماندہ ہے اور جس کے لیے ریزرویشن ترقی کا ایک راستہ ہو سکتا ہے۔ ہمارے خیال سے مسلم لیڈران اور مذہبی رہ نماؤں کو اپنے موقف پر نظر ثانی کر کے مسلمانوں کے پسماندہ طبقات کو اوپر اٹھنے کا موقع دیا جانا چاہیے۔ چوں کہ ریزرویشن کے فوائد سے کون انکار کر سکتا ہے، مثلاً آندھرا پردیش میں چار فیصد پس ماندہ مسلمانوں کو ریزرویشن مل رہا ہے جس سے وہاں کے مسلمان فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ تمل ناڈو میں بھی چار فیصد ریزرویشن مل رہا ہے جس میں مسلمانوں کی اکثریت شامل ہے اس رپورٹ سے اسی وقت فائدہ ہوگا جب رپورٹ پر کاروائی رپورٹ بھی پیش ہو۔ حالاں کہ کاروائی رپورٹ پر حکومت کا رویہ واضح نہیں۔ اگر یہ رپورٹ من و عن لاگو کر دی گئی تو چند دہائیوں میں سیاسی، سماجی، تعلیمی اور معاشی اعتبار سے ہندوستانی اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کو ترقی کرنے کا سنہرا موقع ملے گا۔